بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ + عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
روزنامہ الفضل ربوہ
ایڈیٹر مسعود احمد دہلوی
فون ۴۴۹
جلد ۳۷ | منگل ۱۹ رجب ۱۴۰۳ھ، ۲ ہجرت ۱۳۶۲ ہش، ۲ مئی ۱۹۸۳ء | نمبر ۱۰۰

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اخبارِ احمدیہ

ربوہ، ۲ ہجرت / مئی۔ حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی صحت کے بارے میں آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ:

"بلڈ پریشر کئی دنوں سے زیادہ ہو رہا ہے اور ٹانگ میں درد ہے"

احباب کرام سے درخواست ہے کہ اس بابرکت وجود کی کامل شفایابی اور جملہ عوارض سے نجات کے لیے التزام اور توجہ سے دعائیں کرتے رہیں۔ شافیٔ مطلق خدا اپنا رحم کرے اور حضرت سیدہ ممدوحہ کو نفلوں اور رحمتوں سے معمور طویل زندگی عطا کرے۔ آمین۔

اب دنیا کی کوئی طاقت سپین کے بارے میں خدائی فیصلے کو نہیں بدل سکتی

ہم نے صرف سپین کو نہیں ساری دنیا کو اسلام کیلئے فتح کرنا ہے

جن قوموں نے خدا کی راہ میں قربانیاں پیش کیں وہ کبھی مغلوب نہیں ہوئیں

ہم یقین رکھتے ہیں کہ سپین کی تاریخ اسلام کے اسی سورج سے وابستہ ہے جو ایکدفعہ غروب ہوگیا وہ ضرور دوبارہ طلوع ہوگا

یقیناً وہ وقت آن پہنچا ہے کہ اسلام دنیا میں لازماً واحد مذہب ہوگا

امرائے اضلاع پنجاب کی طرف سے دیئے گئے استقبالیہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کا خطاب

مورخہ ۲۵ نبوت ۱۳۶۱ ہش مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۸۲ء ایوان محمود ربوہ میں پنجاب کے امراء اضلاع کی طرف سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی سفر یورپ سے کامیاب مراجعت کی خوشی میں ایک استقبالیہ دیا گیا۔ اس موقع پر حضور نے جو خطاب فرمایا اور بعد میں ایک سوال کا جواب بھی دیا۔ صیغہ زود نویسی اسے اپنی ذمہ داری پر افادہ احباب کے لئے ذیل میں پیش کر رہا ہے۔

(مرتبہ: مکرم یوسف سلیم صاحب ملک ایم اے انچارج صیغہ زود نویسی - ربوہ)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا

اظہار تشکر وسپاس

"اللہ تعالیٰ کا یہ بہت ہی بڑا احسان ہے کہ اس نے اس عاجز کو وہ کام کرنے کی توفیق بخشی جن کا کچھ تذکرہ مختصراً اس سپاسنامہ میں کیا گیا ہے جو مکرم مرزا عبدالحق صاحب نے پڑھا ہے۔

یہ خلاصہ ہے ایک بہت لمبی اور تفصیلی داستان کا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مختلف ممالک کے مختلف طبقات میں اسلام کا پیغام جس احسن رنگ میں میں سمجھتا تھا اس احسن رنگ میں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر پیش کرنے کی سعادت بخشی۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک

خدا تعالیٰ کے فضل کا خاص پہلو

تمام یورپین ممالک کے واقعات کا بیان کرنا تو بہت مشکل ہے کیونکہ یہ تو ایک بہت ہی لمبی داستان ہے۔ جو کچھ ٹیپ ریکارڈنگز وہاں سے آئی ہیں۔ وہی اتنی لمبی ہیں کہ بعض دفعہ سوال وجواب کی ایک ایک مجلس اڑھائی اڑھائی تین تین گھنٹے تک جاری رہی اور اس کے بعد پھر انفرادی طور پر ملنے والے اپنے رنگ میں سوال کرتے رہے۔ لیکن یہ ایسی گفتگو تھی جو ریکارڈ میں نہ آسکی۔ ایسی گفتگو کی مجالس بعض اوقات چار چار پانچ پانچ گھنٹے تک مسلسل جاری رہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل کا خاص پہلو یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ قومیں بہت مصروف ہیں اور معین اوقات سے آگے پیچھے جانا ان کی عادات میں داخل نہیں لیکن جب تقریبات کے اختتام کا اعلان کیا جاتا تھا اور ہماری طرف سے یہ اعلان ہوتا تھا کہ بہت سے دوست شاید اپنی تہذیب اور اخلاق حسنہ کے نتیجہ میں اٹھ کر جانا پسند نہ کرتے ہوں ان کو ہماری طرف سے اجازت ہے۔ جو دوست تھک گئے ہوں یا جنہیں اور کام ہوں وہ بے شک تشریف لے جائیں۔ مگر سوائے اکا دکا کے اور وہ بھی بڑی معذرت کے ساتھ اپنی وجہ بیان کرکے رخصت ہوتا تھا مگر بھاری اکثریت وہیں بیٹھی رہتی تھی اور اسلام کے مختلف پہلوؤں پر، دنیا کی مشکلات اور عالمی مسائل پر مختلف رنگوں میں مسلسل سوال کرتے رہتے تھے۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا ہے یہ ایک بہت ہی طویل داستان ہے۔ میں اس موقعہ پر صرف سپین سے متعلق کچھ بیان کروں گا۔

مسلمانانِ سپین کا تاریخی پس منظر

پیشتر اس کے کہ میں سپین میں مسجد بشارت کی افتتاحی تقریب کے متعلق کچھ کہوں، میں سمجھتا ہوں کہ سپین کی اسلامی تاریخ کا پس منظر بیان کرنا بہت ضروری ہے۔ یہ تاریخ بھی بہت طویل ہے آٹھ صدیوں پر پھیلی پڑی ہے اور اس وقت یہ بھی ممکن نہیں کہ ساری تاریخ کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے اس لئے میں اس کے آخری حصہ سے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں

گیارہویں صدی عیسوی وہ صدی ہے جس میں مسلمان حکومت تقریباً تین سو سال سپین کے بیشتر حصہ پر قائم رہنے کے بعد انحطاط پذیر ہوئی اور اس انحطاط کی وجہ انکی باہمی لڑائیاں تھیں مختلف رؤسا اور امراء اپنی اپنی انانیت میں مبتلا ہوگئے اور اسلام کے مفادات کو نظر انداز کردیا چنانچہ اس حالت میں پھر شمال کی جانب سے عیسائیوں کی لہریں اٹھیں اور ایک کے بعد دوسری لہر نے کچھ نہ کچھ حصہ مسلمانوں سے ہتھیانا شروع کردیا سب سے پہلے فرینڈ اول نے جو گیارہویں صدی میں سپین کی تاریخ میں خاص شہرت رکھتا ہے شمال مغربی علاقہ مسلمانوں سے ہتھیایا۔ پھر مشرق کی طرف سے جہاں فرانس کی جنوب مشرقی سرحد سپین سے ملتی ہے یعنی PYRENEES (پیرانیز) کے علاقہ میں مختلف عیسائی ممالک کے جتھوں نے حملے کرکے وہاں سے بھی کوئی نہ کوئی ٹکڑا مسلمانوں سے چھینا۔ اور پھر یہ سلسلہ جاری رہا۔ اگرچہ بسا اوقات کچھ تھوڑی سی سرزمین مسلمان واپس لینے میں کامیاب بھی ہوجاتے رہے لیکن عمومی رجحان یہی نظر آتا ہے کہ عیسائی شمال سے جنوب کی طرف مسلسل بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ قرطبہ کی عظیم الشان سلطنت پر بھی قابض ہوگئے۔

رجسٹرڈ نمبر ایل: ۵۲۵۴، پبلشر: مسعود احمد، پرنٹر: سید عبدالحی، مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ، مقام اشاعت: دفتر روزنامہ الفضل دارالرحمت غربی ربوہ، قیمت: ۵۵ پیسے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سپین میں مسلمانوں کی شکست کے بعض اسباب

قرطبہ پر قبضہ کرتے میں عیسائیوں کو کئی سو سال لگے ہیں۔ تمام عیسائی مؤرخین یہ لکھتے ہیں کہ اس انحطاط کے وقت بھی مسلمانوں کی طاقت اتنی عظیم تھی اور جنگ کے وقت وہ اس مہارت کیساتھ لڑتے اور اس قربانی کے جذبہ کیساتھ اپنی جانیں فدا کرتے تھے کہ اُن سے عیسائیوں کا اپنے پُرانے ملک کو چھیننا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ اور وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ بلاشبہ مسلمانوں کی شکست کی تمام تر ذمہ داری ہمیشہ غداروں پر عائد ہوتی رہی ہے۔ غداری ہی مسلمانوں کی پسپائی کا سبب ہمیشہ بنتی رہی ہے۔ چنانچہ اُن میں سے کوئی نہ کوئی غدار پیدا ہوتا رہا۔ کوئی نہ کوئی حاسد انہی میں سے ایسا اٹھ کھڑا ہوا جس نے عیسائیوں کیساتھ سازباز کی اور مسلمانوں کے مفاد کو نقصان پہنچایا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو عیسائی مؤرخین یہ تسلیم کرتے ہیں کہ سپین کو از سرِ نو مسلمانوں سے چھین لینا عیسائی طاقتوں کے بس کا کام نہ تھا۔

۲۷۱ھ ہجری یعنی ۸۸۴ء وہ سال ہے جو مسلمانوں کی تاریخ میں ایک پہلو سے انتہائی دردناک اور تاریک سال ہے۔ یہ اس کی تاریکی ہی تھی جس نے بعد میں سپین پر سائے ڈالے یہ وہ سال ہے جب پوپ نے سپین کے مسلمان بادشاہ سے مل کر بغداد کی مرکزی حکومت کے خلاف سازباز کی۔ اور دوسری طرف وہ حسد جو مرکزی حکومت کو اُندلس کی عظیم الشان حکومت سے تھا اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے قیصرِ روم نے بغداد کی حکومت سے یہ معاہدہ کر لیا کہ جب ہم سپین کے مسلمانوں کے ساتھ لڑیں گے تو تم دخل نہیں دو گے اور یہ معاملہ چلتے چلتے یہاں تک جا پہنچا کہ بالآخر قرطبہ کا سارا علاقہ عیسائیوں نے ہتھیا لیا اور پھر ملاگا کی طرف بڑھنا شروع ہوئے۔

سپین کا آخری مسلمان بادشاہ اپنے کردار کے آئینہ میں

ملاگا سپین کے جنوبی حصہ کا ایک صوبہ ہے اور جبرالٹر (جبل الطارق) بھی اسی کے قریب واقع ہے۔ ملاگا کی طرف جب عیسائیوں نے پیش قدمی کی تو اس وقت اُندلوسیہ کی سب سے طاقتور حکومت غرناطہ میں قائم تھی اور عیسائی فرڈیننڈ پنجم کے ماتحت اس علاقے میں پیش قدمی کر رہے تھے یہ فرڈیننڈ وہ ہے جس کا نام مسلمانوں نے اکثر ناولوں میں پڑھا ہوگا۔ ازابیلا (ISABELLA) اور فرڈیننڈ کے قصے صدیوں سے مسلمانوں میں رائج ہیں اور ان کو پڑھ پڑھ کر ہماری کئی نسلیں آنسو بہاتی رہیں۔ یہ وہ ملکہ اور بادشاہ ہیں جنہوں نے عیسائی طاقتوں کو مجتمع کیا اور انگلستان آسٹریا فرانس اور دیگر ممالک سے فوجیں طلب کر کے اپنے آپ کو اس مقصد پر وقف کئے رکھا کہ سازشوں سے، رشوت ستانی کے ذریعہ، دھوکہ دہی کے ذریعہ اور جبر کے ذریعہ ایک ایک انچ زمین مسلمانوں سے چھین لینی ہے۔ چنانچہ ملاگا پر حملہ سے پہلے انہوں نے اس وقت کے مسلمان بادشاہ ابوالحسن کے بیٹے ابوعبداللہ سے سازباز کی اس بیٹے کو تاریخ دان سپین کا آخری مسلمان بادشاہ کہتے ہیں۔ یہ ایسا ظالم اور سفاک تھا کہ اس نے اپنے باپ کیخلاف اور مسلمان حکومت کیخلاف ازابیلا اور فرڈیننڈ کا مہمان بن کر اُن سے ایک معاہدہ کیا اور وہ معاہدہ یہ تھا کہ تم مسلمان سلطنتیں ایک کے بعد دوسری ہضم کرتے چلے جاؤ کیونکہ وہ میری دشمن ہیں اور مجھے طاقت میں آتا دیکھنا پسند نہیں کرتیں۔ پس تم مسلمان حکومتوں پر حملے کرو میں یہ کوشش کروں گا کہ غرناطہ کی حکومت اس میں دخل اندازی نہ کرے۔ چنانچہ ابوعبداللہ نے اپنے باپ ابوالحسن کے خلاف سب سے پہلے بغاوت کا علم بلند کیا جس میں اس کی ملکہ یعنی ابوعبداللہ کی ماں عائشہ کا بہت بڑا دخل تھا۔ عائشہ وہ مسلمان ملکہ تھی جس کا مسلمان قبائل میں بڑا اثر و رسوخ تھا۔ ابوالحسن کی دوسری بیوی ملکہ ثریا تھی جو عیسائی تھی جس کو نہ عائشہ پسند کرتی تھی اور نہ مسلمان قبائل پسند کرتے تھے اس بات نے ابوعبداللہ کیلئے زمین ہموار کر دی اور اس نے سپین کا جنوب مشرقی حصہ اپنے باپ سے ہتھیا لیا۔ اس کے بعد بھی اس نے بار بار کوشش کی کہ وہ سپین کی پوری حکومت پر قابض ہو جائے۔ لیکن ابوالحسن زیادہ سمجھدار اور اس بغاوت کے باوجود بھی اتنا طاقتور تھا کہ اُس نے قبضہ نہیں کرنے دیا۔ اُس زمانہ میں ابوالحسن کو سب سے زیادہ مضبوط بازو اپنے بھائی کی شکل میں ملا جس کا نام اَلزَّغَل بیان کیا جاتا ہے۔ یہ ایک بہت ہی مخلص مسلمان اور قابل جرنیل تھا۔ ابوالحسن نے اپنے اسی بھائی کی بدولت ابوعبداللہ کی ہر سازش کو ناکام بنایا اور اس کے مقابل پر ہمیشہ سینہ سپر رہا۔ لیکن ابوالحسن کی وفات کے بعد الزغل کے لئے تنہا مقابلہ کرنا مشکل ہو گیا۔ خصوصاً اس لئے بھی کہ جب وہ کبھی عیسائی حملہ کی خبر پاتا تھا فوج کا ایک بہت بڑا دستہ لے کر ان مسلمانوں کی مدد کیلئے نکل کھڑا ہوتا تھا جن کو عیسائیوں نے گھیر رکھا ہوتا تھا۔ وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ پیچھے اس کے بھتیجے کو سازشوں کا موقع مل جائے گا چنانچہ اس کا بار بار باہر جانا اور عیسائیوں سے لڑنا بھتیجے کو فائدہ دیتا رہا اور وہ اپنی حکومت مضبوط بناتا رہا یہاں تک کہ جب عیسائیوں نے ملاگا پر سب سے خطرناک حملہ کی تیاری کی اور الزغل فوج لیکر روانہ ہوا تو اس کے اسی بھتیجے نے عیسائیوں کو اس کی خبر دے دی۔ انہوں نے اس کی فوج پر شب خون مارا اور ملاگا پہنچنے سے پہلے پہلے اس کو تتر بتر کر دیا۔ الزغل اپنی بچی کھچی فوج کو لے کر واپس غرناطہ گیا تو اس کے بھتیجے ابوعبداللہ نے غرناطہ کے دروازے ان پر یہ کہہ کر بند کر دیئے کہ یہ غدار ہیں۔ عیسائیوں کے ساتھ مل کر عمداً میدان چھوڑ کر بھاگے ہیں۔ چنانچہ اس پر الزغل کو مجبوراً غرناطہ کے مرکزی علاقہ سے ہٹ کر سرانیواڈا کے پہاڑی علاقوں میں پناہ لینی پڑی یہ وہاں پھر بھی فوجیں اکٹھی کرتا رہا اور جو بھی بچے کھچے غیرت مند مسلمان تھے ان کو اپنے گرد اکٹھا کر کے عیسائیوں کے حملوں کا جواب دیتا رہا۔ پھر جب ملاگا پر آخری حملہ ہوا تو یہ اسوقت بھی وہاں مسلمانوں کی مدد کو جا پہنچا لیکن ایک تو اس کی فوج تھوڑی تھی دوسرے اس مرتبہ ابوعبداللہ کی فوج نے ان پر حملہ کر کے ان کو تتر بتر کر دیا تھا۔ اس لئے وہ ناکام ہو کر پھر پہاڑوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا۔

ایک مسلمان جرنیل کا انتباہ

ملاگا پر عیسائیوں کے قبضہ کی داستان بہت ہی دردناک ہے۔ وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک بڑا ہی باغیرت جرنیل عطا کیا۔ لیکن بدقسمتی سے ایک تو چونکہ باہر سے کوئی مدد نہ پہنچی دوسرے محاصرہ اتنا زبردست اور طویل تھا کہ بالآخر جب شہر فاقوں سے تنگ آگیا تو انکو اپنے دروازے کھول دینے پڑے۔ اسوقت بھی اس مسلمان جرنیل نے قوم کے سامنے آخری احتجاج کیا اور کہا کہ یہ حرکت نہ کرو کیونکہ اس کے بعد تمہارے لیے پھر کوئی امن نہیں ہوگا۔ لیکن بھوک سے نڈھال شہری مجبور ہو گئے۔ انہوں نے قلعہ کے دروازے کھول دیئے۔ چنانچہ رؤساء سمیت سب لوگوں کو غلام اور لونڈیاں بنا لیا گیا۔ ان کی ساری جائیدادیں ضبط کر لی گئیں۔ وہ ننگے بدن ننگے پاؤں شہروں میں گھمائے گئے۔ ہر قسم کی ذلت ان پر تھوپی گئی۔ جس کسی نے بھی غیرت کا اظہار کیا اُسے تہ تیغ کر دیا گیا۔ خود اس مسلمان جرنیل کو ایک (ڈنجن) قلعہ کے تہہ خانہ میں پھینک دیا گیا۔ جس کے بعد اس کی کوئی خبر نہیں کہ پھر اس کے ساتھ کیا بیتی۔

ملاگا کی فتح کے بعد فرڈیننڈ نے ابوعبداللہ کو یہ پیغام بھجوایا ——— کہ جو معاہدہ میرا تمہارے ساتھ ہوا تھا اسکی ساری شرطیں میں نے پوری کر دی ہیں۔ اب ایک شرط تم نے بھی پوری کرنی ہے اور وہ شرط اُس وقت سامنے آئی اور وہ یہ تھی کہ جب ابوعبداللہ کے سارے دشمنوں کو فرڈیننڈ شکست دے دے گا تو پھر غرناطہ ابوعبداللہ خود اس کے حوالہ کر دے گا۔ اس معاہدہ میں صرف ایک چھوٹی سی گھنڈی تھی جو ابوعبداللہ نے اپنے لیے رکھی ہوئی تھی اور وہ یہ تھی کہ ایسا کرنے میں ایک معین وقت لگے گا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اس وقت کے اندر اگر مراکش اور مصر کی حکومتوں نے مسلمانوں کو کمک بھیج دی تو پھر وہ اس معاہدہ کو پورا کرنے کا پابند نہیں ہوگا۔ اور اگر کسی نے کمک نہ بھیجی تو پھر وہ اپنا قلعہ لازماً عیسائیوں کے سپرد کر دے گا۔

اسلام کا ایک بطل جلیل مراکش کی گلیوں میں

ابوعبداللہ کو یہ وہم تھا کہ اتنی کھلی غداری کے باوجود مسلمان اس کی مدد کے لیے آمادہ ہو جائیں گے مگر۔ اس کا یہ وہم پورا نہ ہوا اس نے بار بار پیغام بھیجے لیکن مصر یا مراکش سے ایک بھی سپاہی مدد کو نہ پہنچا۔ ادھر اس کے چچا الزغل کو بالآخر جب عیسائیوں نے پکڑا تو اس کی ذاتی شرافت اور عظمت کے نتیجہ میں اس سے نسبتاً بہتر سلوک کیا گیا۔ وہ ایک ہی مسلمان ہے جس کے ساتھ عیسائیوں نے کچھ حُسنِ سلوک کیا اور اس کو اجازت دی کہ وہ اپنے علاقہ میں بادشاہ کے طور پر اپنی سلطنت کو جاری رکھے۔ لیکن وہ اتنا باغیرت تھا کہ وہ ان حالات میں وہاں ٹھہرنا برداشت نہ کر سکا۔ اور اس خیال سے کہ اگر وہ خود مراکش جائے اور وہاں ان دردناک حالات کو بیان کرے تو ممکن ہے مراکش کے مسلمان غیرت میں آکر دوبارہ سپین پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ ہو جائیں وہ اپنی ساری جائیداد چھوڑ کر مراکش چلا گیا۔ وہاں "فیض" میں اس وقت کے مسلمان بادشاہ نے اس کیساتھ یہ سلوک کیا کہ اس کی دونوں آنکھیں نکلوا دیں اور اسے فقیر بنا کر گلیوں میں چھوڑ دیا۔ اس نے ایک چُغہ پہنا اور اس پر یہ عبارت کھوائی۔

"مسلمان اُندلس کا سب سے آخری بادشاہ جو اس بدقسمتی کا شکار ہوا"

اس کے بعد وہ ساری عمر ایک فقیر کی طرح مراکش کی گلیوں میں پھرتا رہا۔

اسلامی جرأت و شجاعت کا پیکر

جہاں تک ابوعبداللہ کا تعلق ہے جب ایک عرصہ مدت گزر گئی اور کوئی بھی اس کی مدد کو نہ آیا اس کا یہی ایک چچا تھا جو اس کے کام آسکتا تھا۔ اس کے ساتھ بھی اس نے ساری عمر ظلم کا سلوک روا رکھا اور غداری کرتا رہا اور اس کے ساتھ مراکش میں جو سلوک ہوا وہ میں نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ جب وقت گزر گیا اور کوئی بھی اس کی مدد کو نہ آیا تو فرڈیننڈ نے پیغام بھیجا کہ اب میں آرہا ہوں۔ اس وقت ابوعبداللہ کے سارے جرنیلوں نے یہ مشورہ دیا کہ اب سوائے اس کے کہ ہم ہتھیار ڈال کر اپنی جانیں بچائیں اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کوئی چارہ نہیں۔ صرف ایک موسیٰ تھا جس نے بہت پُرجوش تقریر کی اور کہا کہ ہتھیار ڈالنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہم اپنی زمین کے ایک ایک انچ کے لیے لڑیں گے اس نے فرڈی نینڈ کو پیغام بھجوایا کہ اگر تمہیں ہمارے ہتھیار چاہئیں تو آؤ زورِ بازو کے ساتھ ان ہتھیاروں کو لے لو۔ چنانچہ فرڈیننڈ چالیس ہزار فوج لے کر غرناطہ پر حملہ آور ہوا۔ موسیٰ اپنے ساتھیوں کیساتھ اس فوج پر شب خون مارتا رہا یہاں تک کہ فرڈیننڈ کی فوج دل چھوڑنے لگی اور قریب تھا کہ اس کا پانسہ پلٹ جاتا مگر فرڈیننڈ کے جرنیلوں نے اس کو یہ مشورہ دیا کہ اب زیادہ دیر تک محاصرہ کی صورت میں انتظار درست نہیں ہے۔ اب ایک ہی علاج ہے کہ اس سارے علاقہ کے اناج کے ذخائر اور پھلوں کو کلیتہً تباہ کر دیا جائے اور باہر ہٹ کر شہر بسایا جائے اور پھر مسلمانوں پر بھی شب خون مارے جائیں چنانچہ یہ ترکیب کارگر ثابت ہوئی۔ غرناطہ کے اردگرد کا سارا زرخیز علاقہ کلیتہً تباہ کر دیا گیا۔ غرناطہ کے قریب انہوں نے ایک نیا شہر آباد کیا جو آج تک وہاں موجود ہے۔ پھر جب مسلمان فاقوں سے مجبور ہوئے تو ابوعبداللہ نے پھر مشورہ کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ تمام جرنیلوں نے مشورہ دیا کہ اب ہتھیار ڈالنے کے سوا اور کوئی صورت نہیں۔ ایک موسیٰ تھا جس نے اب بھی ہتھیار ڈالنے سے انکار کیا۔ اس نے ہتھیار سجائے۔ زرہ بکتر پہنی اور گھوڑے پر سوار ہو کر ان کو الوداعی سلام کرتا ہوا عیسائی فوج پر اکیلا حملہ آور ہوا۔ عیسائی مورخین لکھتے ہیں کہ اس کا حملہ اتنا شدید تھا کہ عیسائی فوج کی کئی ٹولیاں اس نے ہلاک کیں۔ بالآخر وہ گھوڑے سے گر پڑا اسے جاں بخشی کی پیشکش کی گئی (انگریزی میں اسے Granada (گوارڈا) دینا کہتے ہیں) مگر اس نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور لڑتے ہوئے گھٹنوں کے بل سرکتا سرکتا ایک دریا کے کنارے پہنچ گیا اور بالآخر اس خیال سے دریا میں چھلانگ لگا دی کہ شائد وہ تیر کر اس کو پار کر جائے گا۔ لیکن اس نے بہت بھاری زرہ بکتر پہنی ہوئی تھی جس کے باعث وہ اسی دریا میں ڈوب گیا۔ تب وہ قلعہ خالی کیا گیا جس کو الحمراء کہتے ہیں۔ ابوعبداللہ اپنی فوج کے بچے کھچے آدمیوں اور اپنی ماں کو لے کر پہاڑی علاقوں کی طرف روانہ ہوا۔ جن کے دوسری طرف وہ سمندر تھا جہاں سے انہوں نے کشتیاں پکڑنی تھیں۔ ایک پہاڑی مقام پر پہنچ کر اس نے اپنے گھوڑے کو ٹھہرایا اور مڑ کر دیکھا حسرت سے اس سارے مسلمان علاقے پر نظر ڈالی اور بے اختیار رونے لگا۔ تب اس کی ماں نے کہا کہ او بدبخت! اب عورتوں کی طرح آنسو بہاؤ اس کھوئی ہوئی عظمت پر جس کی مردوں کی طرح تم حفاظت نہیں کر سکے۔

ایک عجیب توارد

چنانچہ یہ واقعات تاریخ کا ایک حصہ بن گئے۔ ۲۵ نومبر ۱۴۹۱ء[1] کا یہ واقعہ ہے یعنی آج کے دن جب کہ مسلمانوں نے الحمراء کی چابیاں عیسائیوں کے حوالے کرنے کے معاہدہ پر دستخط کیے اور پھر عملاً سپین سے ان کی صف لپیٹ دی گئی۔ یہ ایک اتفاق ہے کہ آج ہی کے دن سپین کے ذکر کے لیے یہ تقریب منعقد کی گئی۔ نہ اس وقت میرے ذہن میں یہ بات تھی، نہ تاریخ مقرر کرنے والوں کے ذہن میں تھی۔ لیکن یہ ایک امر واقعہ ہے۔

اب ایک تو یہ پس منظر ہے سپین کا جس کا آپ کو علم ہونا چاہیئے۔

باغیرت ماں کی آہوں کی صدائے بازگشت

ایک دوسرا پس منظر کہ ۱۹۴۴ء میں امام جماعت احمدیہ نے سب سے پہلے ایک خطبہ جمعہ میں ان سارے واقعات کا نہایت درد انگیز رنگ میں ذکر کیا۔ اور اپنے متبعین کو ایک غیر معمولی جوش دلایا اور کہا کہ دیکھو! تمہیں موسیٰ کے خون کا ایک ایک قطرہ اپنی طرف بلا رہا ہے۔ تمہیں اس باغیرت ماں کی آہیں سنائی دینی چاہئیں جس نے پہاڑ کی چوٹی پر اپنے بیٹے سے یہ کہا تھا کہ او بے غیرت! رؤو اور آنسو بہاؤ۔ کیونکہ جس عظمت کو تم مردوں کی طرح اپنے قبضہ میں نہیں رکھ سکے اُسے تم نے عورتوں کی طرح کھو دیا ہے۔ اب تمہاری قسمت میں رونے کے سوا کچھ نہیں۔ اس ماں کی آہوں کو سنو۔ اور سرزمینِ سپین کو دوبارہ اسلام کی خاطر فتح کرنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار ہو جاؤ۔

سپین میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا آغاز

جب جماعت کے سامنے یہ تحریک رکھی گئی تو یہ وہ دن تھے جب سپین کی حکومت اتنی متشدد تھی اور رومن کیتھولزم (ROMAN CATHOLICISM) کا اتنا مضبوط غلبہ تھا کہ دوسرے عیسائی فرقوں کو بھی وہاں تبلیغ کی اجازت نہیں تھی ایسی صورت میں اس بات کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ سپین کی حکومت ایک مسلمان مبلغ کو ویزا دے اور اُسے اسلام کی تبلیغ کی اجازت دے دے

چنانچہ آپ نے فرمایا مجھے ایسے مبلغ کی ضرورت نہیں جس کو ہم باقاعدہ خرچ بھی دیں اور جس کی نگہداشت کریں اور وہاں جا کر باقاعدہ ایک قانون کے مطابق وہ اپنی زندگی گزارتے ہوئے اسلام کی تبلیغ کر سکے مجھے تو دیوانے چاہئیں۔ سپین کے لیے مجھے ایسا آدمی چاہیئے جس کو ہم ایک پائی بھی نہیں دیں گے اور نہ دے سکتے ہیں۔ جس کی حفاظت کی بھی کوئی ضمانت نہیں ہوگی۔ چنانچہ جب یہ اعلان ہوا تو ہر واقفِ زندگی کی اس وقت یہ تمنا تھی کہ میں ہی اس کام کے لیے چنا جاؤں۔

اس خطبہ کے بعد اور بھی بہت سے ملکوں کے لیے واقفین زندگی متعین کئے گئے۔ ان واقفین زندگی میں ایک نوجوان کرم الٰہی ظفر بھی تھا۔ وہ شخص بڑے اخلاص کے ساتھ اپنی زندگی کا نذرانہ لے کر حاضر ہوا تھا۔ جب یہ اعلان ہوئے کہ کس کو کہاں مقرر کیا گیا ہے تو کرم الٰہی ظفر کا نام کسی تقرری میں شامل نہیں تھا۔ وہ بڑے درد کے ساتھ خون ہوا دل لے کر واپس لوٹ رہا تھا کہ کاش! میری قربانی بھی قبول ہوتی۔ کاش! مجھے بھی اسلام کے لیے کسی سرزمین کو فتح کرنے کے لیے مقرر کیا جاتا کہ اتنے میں چند اور واقف دوست اس کو دوڑ کر ملے اور گلے لگایا اور مبارکباد دینی شروع کر دی۔ اس نے کہا میرا دل تو خون ہو رہا ہے۔ تم مجھے کس بات کی مبارک دیتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم تمہیں اس بات کی مبارک باد دیتے ہیں کہ تمام محاذوں پر جہاں اسلام کی تبلیغ کا آغاز کیا جا رہا ہے سب سے مشکل محاذ تمہارے سپرد کیا گیا ہے۔ مگر غلطی سے تمہیں یہ پیغام نہیں مل سکا۔ حضرت صاحب نے بعد میں پیغام بھجوایا کہ کرم الٰہی ظفر کو میں نے سپین فتح کرنے کے لیے مقرر کیا ہے۔

اسلامی مبلغ عطر فروش کے لباس میں

چنانچہ کرم الٰہی ظفر صاحب وزیٹر (VISITER) ویزا لے کر سپین پہنچے۔ مگر چند مہینے سے زیادہ وہاں ٹھہر نہ سکے۔ کیونکہ ایک تو ان کا کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا۔ دوسرے تبلیغ کی راہ میں بہت ہی مشکلات تھیں۔ چنانچہ ان کو ہدایت کی گئی کہ آپ کچھ دیر کے لیے انگلستان چلے جائیں۔ وہاں انہوں نے عطر سازی کا کام سیکھا اور پھر دوبارہ اپنے طور پر سپین پہنچ گئے۔ اور بقیہ اب تک کی ساری زندگی انہوں نے عطر سازی کے کام میں صرف کی۔ عطر بیچ کر وہ تبلیغ بھی کرتے تھے۔ لٹریچر بھی مہیا کرتے تھے اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ بھی پالتے تھے۔ ان کی تبلیغ کا طریق کار یہ تھا کہ ایک ریڑھی لگا کر جس پر عطر سجائے ہوتے تھے وہ لوگوں کو دعوت دیتے تھے کہ آؤ اور ایک ایشیائی خوشبو مجھ سے لو۔ جب لوگ اکٹھے ہو جاتے تھے تو پھر وہ کہتے تھے کہ دیکھو! یہ ایشیائی خوشبو تو چند دنوں کا قصہ ہے۔ آج نہیں تو کل اُڑ جائے گی یا تمہارے کپڑوں میں ڈھل جائے گی۔ لیکن ایک ایسی خوشبو بھی میرے پاس ہے جو دائمی ہے وہ کبھی نہیں مٹ سکتی۔ اسے موت کا غسل بھی نہیں دھو سکتا۔ چنانچہ حیرت انگیز دلچسپی کے ساتھ لوگ انتظار کرتے تھے کہ ہمیں اس خوشبو کے بارہ میں بھی آگاہ کیا جائے۔

اسلام کی دائمی خوشبو

تبلیغ کا ایک ایسا ہی نظارہ میں نے خود دیکھا۔ میں سپین میں پہلی مرتبہ ۱۹۵۷ء کے اواخر میں گیا تھا۔ کرم الٰہی صاحب ظفر نے مجھے خود ساتھ لے جا کر اپنی تبلیغ کا طریق کار دکھایا۔ چنانچہ میں نے دیکھا جب عطر میں دلچسپی لینے والے اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے ایشیائی خوشبو کے بارہ میں یہ جملہ کہا تو لوگوں نے بے اختیار کہنا شروع کر دیا کہ ہمیں بتاؤ وہ کون سی خوشبو ہے۔ انہوں نے کہا وہ اسلام کی خوشبو ہے جس کا پیغام لے کر میں یہاں آیا ہوں۔ چنانچہ میں نے دیکھا کچھ لوگ ناراضگی سے بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔ کچھ لوگ انتظار کرنے لگے کہ جانے والے چلے جائیں اور ہماری بات نہ سن سکیں تو پھر اپنے دل کی بات کہیں۔ چنانچہ دو چار آدمی جو ٹھہر گئے ان سے انکی سپینش میں باتیں ہوئیں اور پھر ایک دوسرے کے ساتھ کارڈز (CARDS) تبدیل ہوئے اور پھر مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ مجھے انہوں نے بعد میں بتایا کہ یہاں کھلے بندوں میں تبلیغ نہیں کر سکتا۔ میرے لیے جو خطرہ ہے وہ تو خیر میں خود مول لے بھی سکتا ہوں لیکن ان سننے والوں کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے۔ اس لیے ہمارا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ یہی طریق کار چلتا ہے۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ کارڈز تبدیل کر لیتے ہیں۔ اور پھر ان جگہوں پر چھپ چھپ کر تبلیغی گفتگو کرتے ہیں جو ملنے کے لیے مقرر ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس طرح جب سپین کی مسجد کا افتتاح ہوا اس وقت تک مختلف وقتوں میں ہمارے مبلغ وہاں تقریباً ایک سو آدمیوں کو مسلمان بنا چکے تھے۔ یہ سپین کا دوسرا پس منظر ہے۔

ایک مضطرب اور بے قرار دل کی دعائیں

ایک تیسرا پس منظر یہ ہے کہ مجھ سے پہلے، جماعت احمدیہ کے جو امام تھے یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ وہ چند سال پہلے جب سپین گئے تو ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی وہ باتیں یاد تھیں جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ وہ سخت بے قرار تھے کہ کسی طرح سپین میں مسجد کے لیے جگہ ملے اور ہم مستقل طور پر پاؤں جما سکیں۔ لیکن اس وقت تک جنرل فرانکو کی حکومت کی وجہ سے یہ

---

[1] "THE MOORS IN SPAIN" BY STANLAY LANE POOL

[2] "THE MOORS IN SPAIN" P. 67
میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے اس پہاڑی کا نام اسپینش میں
ELULTIMO SESPIRO" DEL MORO"
یعنی "مسلمان بادشاہ کی آخری آہ" دیا گیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ممکن نہیں تھا۔ انہوں نے کرم الٰہی ظفر سے کہا کہ یہ میری تمنا ہے۔ اس کے پورا ہونے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ کرم الٰہی ظفر نے کہا میں ان لوگوں کو جانتا ہوں۔ یہ بڑے متعصب ہیں۔ دوسرے عیسائی فرقوں کو بھی جگہ نہیں دیتے اس لیے اگلے ۲۰ سال تک تو بظاہر اس بات کا کوئی امکان نظر نہیں آتا کہ ہمیں مسجد کے لیے جگہ مل سکے۔

قبولیتِ دعا کا حیرت انگیز کرشمہ

اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے دعا کی۔ وہ کیا دعا تھی۔ کس رنگ میں کی گئی۔ اس تفصیل سے تو ہمیں آگاہی نہیں ہے لیکن یہ معلوم ہے کہ اس دعا کے بعد آپ کو ایک الہام ہوا۔ اور اس الہام کو انہوں نے کرم الٰہی صاحب ظفر کے سامنے بیان کیا اور کہا کہ خدا نے مجھے یہ خوشخبری دی ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد سپین میں اسلام کے داخلے کے سامان پیدا کر دے گا۔ چنانچہ اس واقعہ کے دو سال بعد اس پرانی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ اور جمہوریت نے مذہبی آزادی کا اعلان کر دیا۔ تب ہمیں وہاں مسجد بنانے کے لیے زمین کا ایک ٹکڑا خریدنے کا موقع ملا۔ یہ جگہ قرطبہ سے قریباً ۳۰ کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ دو سال قبل میرے پیشرو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہاں مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا اور اب مجھے وہاں اللہ تعالیٰ نے یہ موقع عطا فرمایا کہ میں اس مسجد کے افتتاح کا اعلان کر دوں۔

عظیم الشان خراجِ تحسین

وہ کیا منظر تھا۔ وہاں کیا باتیں ہوئیں کس طرح سپینش قوم نے اپنے دروازے اسلام کے لیے کھولے۔ کس طرح وہاں کے اخبارات نے غیر معمولی طور پر اسلام کے پیغام کو من وعن بغیر کسی مبالغے یا بغیر کسی کانٹ چھانٹ کے شائع کیا، یہ ایک بہت ہی دلچسپ اور لمبی داستان ہے مسجد بشارت سپین کے متعلق الفضل کا جو خصوصی نمبر شائع ہوگا اس میں وہ تمام اقتباسات اصل زبان میں بھی اور ان کے ترجمے بھی شائع ہو جائیں گے۔ وہ ہیں بھی اتنے طویل کہ اس مجلس میں ان کا بیان کرنا ویسے بھی ممکن نہیں۔ میں اس کی صرف ایک مثال دے دیتا ہوں۔ لاخوزا (La Voz) قرطبہ کا سب سے کثیر الاشاعت اخبار ہے۔ اس نے ایک ہی دن میں چار جگہ افتتاحی تقریب کی خبر دی۔ اور پورے دو صفحات پر جماعت احمدیہ اور اسلام کے متعلق ایک مضمون میں بتایا کہ اسلام کس ارادہ کے ساتھ سپین میں دوبارہ داخل ہو رہا ہے۔ اور اس کے کیا منصوبے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک ادارتی نوٹ بھی لکھا جس میں اس نے کہا ہم آپ کو اَھلاً وَ سَھلاً وَ مَرحَبًا کہتے ہیں۔ آپ چونکہ محبت کا پیغام لے کر آئے ہیں آپ چونکہ امن کا پیغام لے کر آئے ہیں اور دلائل کے زور سے ہمارا دل جیتنے کی کوشش کریں گے۔ اس لیے اب ہمارے اور تمہارے درمیان ایک کھلی جنگ ہے آگے چل کر ایڈیٹر لکھتا ہے: اہل سپین کو میں یہ مشورہ دیتا ہوں کہ اس جنگ میں وہی ہتھیار استعمال کریں جو یہ کر رہے ہیں۔ لیکن کوئی فاؤل گیم نہیں کھیلنی۔ اس کے باوجود اگر یہ دل جیت لیتے ہیں تو جیت لیں۔ ہم ان کو اھلاً وَ سھلاً وَ مرحبًا کہتے ہیں۔ ہمارے دروازے ان کے لیے کھلے ہیں۔ تو یہ نہایت ہی عظیم الشان خراجِ تحسین ہے جو اس نے بھی دیا اور بعض دوسرے اخبارات نے بھی۔

جب سجدہ گاہیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں

تاہم یہ ساری باتیں جو دنیا کی نظر میں تو اہمیت رکھتی ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں ان کے اندر کوئی ایسا اہم پہلو نہیں ہے جو باقی رہنے والا ہو۔ البتہ ان باتوں کی تہ میں کچھ اور باتیں بھی وہاں ہو رہی تھیں اور میرے نزدیک وہ سب سے زیادہ قیمتی اور بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔

وہ باتیں یہ تھیں کہ اس تقریب میں شریک ہونے والے جتنے زائرین باہر سے آئے تھے ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کا ایسا تصرف تھا اور اس قدر شدت کے ساتھ وہ دعاؤں کی طرف مائل تھے کہ یوں لگتا تھا گویا ساری فضا روحانی جذب و اثر میں ڈوبی ہوئی ہے۔ مسجد میں جب جمعہ کی نماز ہوئی تو عام شامل ہونے والے جن کی تعداد ہزاروں میں تھی بلا استثناء سب کے سب بچوں کی طرح بے اختیار بلک بلک کر رو رہے تھے اور سجدہ گاہوں کو اپنے آنسوؤں سے تر کر رہے تھے۔ چنانچہ سپین کے ایک اخبار نویس نے لکھا (اور اسی واقعہ کو بعض دوسرے یورپین ممالک کے اخباروں نے بھی بیان کیا) کہ ان لوگوں کی جو کیفیت ہم دیکھ کر آئے ہیں وہ جیتنے والوں کی کیفیت ہے عجیب بے قرار تھے یہ لوگ۔ اپنے خدا کے حضور اس طرح گریہ وزاری کر رہے تھے کہ تعجب ہوتا تھا ان کو دیکھ کر۔

خدا کی تائید و نصرت کے زندہ نشان

یہ ایسا گہرا اثر چھوڑنے والی بات تھی کہ ٹیلی ویژن کے جو نمائندگان جمعہ کی نماز کے وقت بھی آئے اور بعد میں افتتاحی تقریب کے وقت بھی موجود تھے انہوں نے بعد میں مسلسل ایک ہفتہ تک اس تقریب کی فلم نصف گھنٹے کی اہلِ سپین کو دکھانی شروع کی اور از خود اس کی کاپیاں نہ صرف یورپین ممالک کو فراہم کیں بلکہ اسلامی ممالک کو بھی بھجوائیں۔ لیکن خود اپنے ملک کے ذرائع ابلاغ کا ردِ عمل سراسر ناقابلِ فہم تھا۔ یوں لگتا تھا کہ اخباری اصطلاح کے بموجب عمل اس بات پر کیا جا رہا ہو کہ KILL SPAIN یعنی سپین سے آمدہ خبروں کا گلا گھونٹ دو اور ردی کی ٹوکری میں پھینک دو۔ ہرگز انہیں شائع نہ ہونے دو پس واقعۃً یہی ہوا کہ اس عظیم تاریخی واقعہ کا کوئی ذکر پاکستانی اخبارات میں نہ آیا جو دنیا بھر کے اخباروں کی توجہ کھینچنے کا موجب بنا ہوا تھا اور عرب دنیا کے موقر جرائد نے بھی نمایاں طور پر اس خبر کا ذکر کیا۔

اس کے برعکس ایک عجیب و غریب خبر ایسی تھی جو پاکستانی اخبارات کے سروں پر مسلط تھی۔ اس خبر کا متعلق جنوبی افریقہ کی عدالت کے اس فیصلہ سے تھا کہ بعض مسلمان فرقے اپنے مملوکہ قبرستان میں کسی احمدی کی نعش کی تدفین کی اجازت نہیں دیتے تو بوجہ اس کے کہ وہ قبرستان ان کا مملوکہ ہے ان کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ ضرور احمدی کو وہاں دفن ہونے دیں یہ وہ خبر تھی جسے احمدیت کے مقابل پر دیگر فرقوں کی عظیم الشان اور تاریخ ساز فتح تصور کر کے بعض اخبارات کے صفحات جس سے مسلسل کالے کیے جا رہے تھے۔ گویا کوئی مخفی آواز انہیں حکم دے رہی ہو کہ Flash South Africa یعنی ساؤتھ افریقہ کی عدالت کے عظیم کارنامے کی داستان کو اچھالو۔ گویا صدیوں کے تعطل کے بعد اندلس کی سرزمین میں بنائی جانے والی تاریخی مسجد کا ذکر تو باعث شرم تھا۔ مگر قابلِ فخر تھا یہ ذکر کہ بعض مردوں کو بعض نجی قبرستانوں میں دفن نہیں ہونے دیا گیا۔ چنانچہ تمام دنیا میں ٹیلی ویژن کے ذریعہ خبریں پہنچیں اور اخبارات میں جو اشاعت ہوئی ہے اس کی تعداد تو کروڑوں تک پہنچ جاتی ہے یعنی اگر وہ سارے اخبارات جن میں یہ خبریں شائع ہوئیں اور اسلام پر مضامین آئے یا جنہوں نے پریس کانفرنس کو COVER کیا، جتنی تعداد میں وہ اخبارات چھپتے ہیں اگر ان کا شمار کیا جائے تو یہ تعداد کروڑوں تک جا پہنچتی ہے۔ ہمارے یہاں کے بڑے سے بڑے اخبار بھی میرے خیال میں دو تین لاکھ سے زیادہ شائع نہیں ہو سکتے لیکن وہاں ایک ایک اخبار چھ چھ سات سات ملین کی تعداد میں شائع ہوتا ہے اس سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ یورپ کے پریس نے جو COVERAGE دیا ہے وہ کتنا وسیع ہوگا۔ اس کو کروڑوں کہنا کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ پاکستان کی جتنی آبادی ہے اتنے اخباروں کی کاپیوں میں اسلام کا تذکرہ ہوا اور مسجد بشارت سپین کے افتتاح کی کارروائی شائع ہوئی تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔

احمدیت کا سرمایۂ حیات

اسی طرح جب ان لوگوں نے ہم سے یہ پوچھا کہ تمہارے پاس ہے کیا؟ تم یہاں کیا لینے آئے ہو؟ تو ہم نے ان کو یہی جواب دیا کہ ہم تو تمہارے دلوں کے دروازے کھٹکھٹانے آئے ہیں۔ ہم ایک درویش صفت جماعت ہیں۔ ہمارے پاس کوئی طاقت نہیں۔ اتنے کمزور ہیں کہ اپنے ملک میں بھی ہم غیر مسلم قرار دیئے جا چکے ہیں۔ تمہیں اسلام کی طرف بلانیوالوں کی یہ حالت ہے۔ لیکن ہمارے دل اللہ کی راہ میں پگھل رہے ہیں۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہماری آنکھوں سے ایک ایک آنسو جو یہاں گرے گا اس سے ابن رُشد جیسے صاحبِ علم پیدا ہوں گے۔ اس سے وہ عظیم صوفیاء اور بزرگ لوگ پیدا ہوں گے جنہوں نے ایک دفعہ پہلے بھی سپین کی تاریخ کو بدل دیا تھا۔ اس کے سوا ہمارے پاس کوئی دولت نہیں ہے جو ہم پیش کر سکیں۔ چنانچہ ان کے اخباروں نے اس کو نمایاں کر کے شائع کیا۔ وہ سچائی کے قائل ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ لوگ مذہبی لحاظ سے نسبتاً نہایت ہی ادنیٰ مذاہب کی طرف منسوب ہوتے ہیں، ان کے معاشرہ میں اخبار کے اندر دیانت کا ایک معیار پایا جاتا ہے۔ وہ سچائی پر قائم رہتے ہیں سارے یورپ میں ایک بھی اخبار نے کوئی خبر شائع نہیں کی جسے بددیانتی پر محمول کیا جا سکتا ہو۔ بلکہ بعض ایسی خبروں کو انہوں نے اچھالا جن کے نتیجہ میں وہ سمجھتے تھے کہ اس طرح یہ لوگوں پر اثر انداز ہوں گے۔ چنانچہ بلجیم کے ایک اخبار کا نمائندہ پیڈرو آباد پہنچا۔ اس نے انٹرویو لیا جسے اس نے بلجیم کے اخباروں میں شائع بھی کروایا۔ اور ریڈیو سے نشر بھی کروایا کہ یہ تو محبت کے ذریعہ دلوں کو جیتنے کے لیے آئے ہیں۔ سوئٹزرلینڈ کے مشہور شہر جنیوا سے چھپنے والے ایک اخبار نے لکھا کہ اگرچہ وہاں ایک پادری بیٹھا یہ باتیں کر رہا تھا کہ آئے تو ہیں لیکن ان کی کچھ پیش نہیں جائے گی۔ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم ان کو عیسائی بنا لیں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ یہ ہمیں مسلمان بنا لیں۔ اس لیے یہ ایک آنی جانی بات ہے۔ ایک واقعہ ہوا اور گزر گیا۔ فکر نہ کریں۔ اس کے بعد اس نے لکھا کہ مسجد میں ایک اور واقعہ گزرا تھا جسے میں دیکھ کر سمجھتا ہوں کہ وہاں جو دعویٰ کیا جا رہا تھا۔ اس میں زیادہ قوت تھی اس میں زیادہ پنپنے کی طاقت موجود تھی۔ پھر اس نے میرا ذکر کر کے بطور خاص لکھا کہ امام جماعت احمدیہ یہ اعلان کر رہا ہے کہ تم صرف سپین کا کہہ رہے ہو ہم نے تو ساری دنیا کو اسلام کے لیے فتح کرنا ہے۔ اس عالمی غلبہ کے مقابلہ پر جو اسلام کو بہر حال نصیب ہونا ہے سپین کی تو کوئی حقیقت نہیں۔

للّٰہی خلوص اور قربانی کے حسین مناظر

پس میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہماری اصل دولت اور ہماری اصل طاقت اس للّٰہی خلوص میں تھی جس کو خدا کے قدموں میں پیش کرنے کی توفیق خود اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی۔ اس تمام عرصہ میں جب کہ ہم سپین کے دورہ میں الحمراء گئے۔ ان پرانی یادگاروں کو دیکھا جن کو بڑے بڑے مسلمان بادشاہ۔ رؤساء اور بزرگ اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ ان مسجدوں کو بھی دیکھا جن کو عیسائیوں نے اپنی عبادت گاہوں میں تبدیل کر دیا تھا یعنی کلیسا بنا دیا گیا تھا۔ ان ویران مساجد کو دیکھا جو ابھی تک خالی پڑی تھیں یعنی پانچ سو سال تک مساجد کو کلیساؤں میں تبدیل کرنے کے مسلسل عمل کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

باوجود آب بھی بہت سی بچی پڑی ہیں جن میں کچھ بھی نہیں صرف ایک ویرانہ ہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر ہر قدم پر ہمارے دل خون ہوئے۔ پرانی یادوں نے ایسا تڑپایا اور اتنا رُلایا کہ ایک شعر مجھے یاد آیا ایک شاعر نے اس قسم کی کیفیت کا اظہار یوں کیا ؎

وہ مزہ دیا تڑپ نے کہ یہ آرزو تھی یارب
مرے دونوں پہلوؤں میں دلِ بے قرار ہوتا۔

مَیں نے سوچا کہ شاعر تو دو پہلوؤں میں دل مانتا ہے ہمارا تو ذرہ ذرہ دل بے قرار بن کر تڑپ رہا ہے۔ کیا پھر بھی اللہ کو رحم نہیں آئے گا۔ کیا اللہ تعالیٰ کو اسلام کے لیے تڑپنے والوں کی کوئی قدر نہیں ہوگی۔ یقیناً ہوگی۔ میرے دل میں یہ خیال بھی آیا کہ یہ آنسو جو اس وقت ہم خدا کی راہ میں بہا رہے ہیں ان کے ساتھ وہ قربانیاں شامل ہیں جو ان کی سچائی کا اعلان کر رہی ہیں۔ یہ کوئی ناول پڑھنے والوں کے آنسو تو نہیں تھے۔ جنہوں نے گویا رات کو لحافوں میں لیٹ کر بڑے مزہ کے ساتھ ناول پڑھے اور سپین کی یاد میں آنسو بہائے اور سو گئے۔ بلکہ یہ ان لوگوں کے آنسو تھے جنہوں نے وہ سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر دیا جو خدا نے انہیں عطا فرمایا تھا۔ انہوں نے ساری دنیا میں تبلیغ اسلام کا بیڑہ اٹھایا اور اس کے لیے قربانیاں دیں۔ اس میں ان عورتوں کی قربانیاں شامل ہیں جنہوں نے اپنے زیور پیش کر دیئے۔ ان غریبوں کی قربانیاں شامل ہیں جنہوں نے دو آنے میسر تھے تو دو آنے پیش کر دیئے۔ ان مہاجر پٹھان عورتوں کی قربانیاں شامل ہیں جن کے پاس تن کے کپڑوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ وہ جماعت احمدیہ سے وظیفہ پاتی تھیں جب یہ اعلان سُنا تو ان میں سے ایک نے اپنے امام کی خدمت میں حاضر ہو کر دو روپے پیش کیے اور روتے ہوئے یہ عرض کیا کہ اے ہمارے آقا! ساری جماعت قربانیاں پیش کر رہی ہے اور مَیں تڑپ رہی تھی کہ میرے پاس تو کچھ نہیں۔ یہ کپڑے بھی وہ ہیں جو جماعت نے دیئے ہیں۔ یہ جوتی بھی وہی ہے جو جماعت نے دی ہے یہ سر کا دوپٹہ بھی وہی ہے جو جماعت نے دیا ہے اور یہ دو روپے بھی وہی ہیں جو آج تک جماعت کے دیئے ہوئے پیسوں میں سے میں نے آڑے وقت کے لئے بچا کر رکھے ہوئے تھے یہ قبول فرمالیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جن کے زمانہ کی یہ بات ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب سپین میں تبلیغ اسلام کے لئے اعلان کیا گیا۔ تو بڑی بڑی قربانیاں میرے سامنے پیش ہوئیں۔ مگر جس طرح اس عورت کی قربانی نے میرا دل ہلایا اور جو ان دو روپوں کی میری نظر میں قدر و قیمت ہے وہ ہزاروں لاکھوں کی قربانیوں کی قیمت نہیں۔ یہ خلوص کی قربانی تھی۔ جسے روپوں میں نہیں ناپا جاسکتا۔ اس کو دل کے جذبات کیسا تھ ناپا جاسکتا ہے اور اس کی قدر انسان نہیں کر سکتا بلکہ خدا کر سکتا ہے۔

سپین کی تاریخ سے عبرت حاصل نہ کرنا

یہ سب کچھ توفیق پانے کے بعد ملک میں ہمارا استقبال بالکل اور انداز کا ہوا۔ جو باتیں سننے میں آئیں اور اخبارات نے جو تبصرے کئے ان کا خلاصہ یہ تھا کہ انہیں سپین میں مسجد بنانے کی توفیق کیوں ملی؟ یہ گویا خدا کے خلاف غصہ کا اظہار تھا کیونکہ توفیق تو وہی عطا کرتا ہے۔ کہا اور لکھا یہ گیا کہ خدا کے گھروں سے ان کا کوئی تعلق نہیں بنتا اور اس لئے نہیں بنتا کہ ہم انہیں "غیر مسلم" قرار دے چکے ہیں۔ ایسے لوگوں کو جنہیں ہم "غیر مسلم" قرار دے چکے ہیں۔ آزاد دنیا کے کسی بھی خطہ میں اللہ تعالیٰ نے مسجد بنانے کی توفیق کیوں دی۔ ان کی یہ مسجد اور تمام دوسری مسجدیں جو انہوں نے یورپ میں بنائی ہیں۔ گرا دینی چاہئیں۔ حیرت زدہ تھا دل اور خون کے آنسو رو رہا تھا کہ سپین کی تاریخ سے بھی انہوں نے عبرت حاصل نہیں کی۔ وہاں بھی تو یہی کچھ ہوا تھا۔ اسلام کے نام پر اسلام کو برباد کیا گیا تھا۔ ان مجاہدوں کو جو اپنے خون کی قربانیاں دینے کے لئے صف اوّل میں لڑنے کے لئے نکلتے تھے غدار قرار دیا جاتا تھا۔ تو میں جب بدقسمت ہو جاتی ہیں تو وہ اپنی دینی اور ملّی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی بجائے انہیں اپنے ذاتی عناد اور تعصّب کی بھینٹ چڑھا دیا کرتی ہیں۔

لیکن میں اللہ تعالیٰ کے فضل پر کامل یقین اور توکل رکھتا ہوں۔ دنیا کی کوئی طاقت اب خدا کے اس فیصلہ کو نہیں بدل سکتی جو سپین کے بارہ میں ظاہر ہو چکا ہے۔ ہم نے جو دعائیں کی ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں خوشخبریاں دی ہیں کہ دعائیں قبول کی گئیں۔ ان واضح خوشخبریوں کے بعد اگر ہمارا انگ انگ بھی کاٹ کر پھینک دیا جائے تب بھی لازماً سپین میں اسلام فتحیاب ہوگا۔ اور کوئی اس تقدیر کو اب بدل نہیں سکے گا۔

عیسائیت نے سپین کو کیا دیا

ایک عیسائی مستشرق لکھتا ہے جب سپین کے آخری مسلمان بادشاہ نے ایک آہ بھری۔ اس وقت سپین کی مساجد کے میناروں سے ہلالی جھنڈے چاک چاک کر کے زمین پر پھینک دیئے گئے۔ اور تمام میناروں پر صلیبیں بلند کی گئیں اور صلیب کے پجاری خداوند یسوع کے حضور جھک گئے اور شکر ادا کیا کہ ایک عظیم الشان فتح خداوند یسوع مسیح نے ان کو عطا کی ہے لیکن ساتھ ہی وہ یہ لکھنے پر بھی مجبور ہے کہ اسلام کا سورج جب سپین میں ڈوبا تو عیسائیت کا چاند نمودار ہوا لیکن اس کی روشنی مستعار روشنی تھی۔ اس کی روشنی اس نور سے حاصل کردہ تھی جو مسلمانوں کا سورج پیچھے چھوڑ رہا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ چاند تاریک ہو گیا اور ایک ایسی گہری تاریکی میں ڈوب گیا جس سے آج تک نہیں نکل سکا۔ وہ سپین جو مسلمان سلطنتوں کے ایام میں یورپ کی عظمتوں کا گہوارہ تھا۔ تنزل کا ایسا شکار ہوا کہ اب یورپ میں سب سے زیادہ پسماندہ ملک بن چکا ہے۔

ارضِ سپین میں طلوعِ اسلام

پس ہم یقین رکھتے ہیں کہ سپین کی تاریخ اسی سورج سے وابستہ ہے جو وہاں سے ایک دفعہ غروب ہوا تھا وہ سورج ضرور طلوع کرے گا۔ اور سارے سپین کو روشن کر دے گا اور سارے یورپ میں اس کی شعاعیں پھیلیں گی۔ یہ خدا کی تقدیر ہے اسے کوئی بدل نہیں سکتا۔ اور یقیناً! اور یقیناً وہ وقت آن پہنچا ہے کہ اسلام دنیا میں لازماً واحد مذہب ہوگا جو تمام دنیا کے مذاہب پر غالب ہو کر رہے گا۔ لیکن ان قربانیوں کے نتیجہ میں جو خدا کی راہ میں پیش کی جائیں گی۔ ان آنسوؤں کے نتیجہ میں جو خدا کی راہ میں بہائے جائیں گے اور اس خون کے نتیجہ میں کہ جب مانگا جاتا ہے تو قربانی کرنے والے بڑی بشاشت کے ساتھ خدا کی راہ میں پیش کرتے ہیں۔ ان لُٹے ہوئے گھروں کے نتیجہ میں جو خدا کی راہ میں قربان کرنے پڑتے ہیں۔ ہر ایک ملک جہاں احمدیت پھیلی ہے اس بات کا گواہ ہے کہ خدا کی راہ میں جائیدادیں لُٹ گئیں گھر تباہ ہو گئے۔ جانیں دینی پڑیں۔ عورتوں تک پہ ظلم ہوئے صرف اس لئے کہ وہ خدائے واحد کو مانتی ہیں اور خدا کے تازہ نشانات پر یقین رکھتی ہیں۔

ایک ازلی ابدی قانون

پس یہ وہ قربانیاں ہیں جن کے نتیجہ میں مذہب میں تبدیلی آیا کرتی ہے اور خدا کی رحمت جوش میں آتی ہے۔ یہ ایک ایسا ازلی ابدی قانون ہے جس میں آپ کبھی کوئی تبدیلی نہیں دیکھیں گے۔ جب سے دنیا مذہب سے آشنا ہوئی ہے یہی ہوتا چلا آیا ہے۔ جن قوموں نے خدا کی راہ میں یقین کامل کے ساتھ قربانیاں پیش کیں وہ کبھی مغلوب نہیں ہوئیں۔ وہ ہمیشہ فتح مند ہوئی ہیں اور فتح و نصرت کی کلید ان کو عطا کی گئی ہے۔ پس ہم اس وجہ سے یقین رکھتے ہیں کہ ہم اسلام کو دنیا میں لازماً غالب کریں گے۔ کیونکہ اس راہ میں جب بھی ہم سے قربانیاں مانگی جاتی ہیں ہم پیش کر دیتے ہیں اور کبھی پیچھے نہیں ہٹے۔ ہمیشہ ہنستے مسکراتے چہروں کے ساتھ سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کرتے ہیں اس لئے خدا کے فضل سے آگے سے آگے اور بھی آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان منازل کو قریب تر کر دے جن کی تمنائیں لئے ہم جیتے ہیں۔ اپنے فضل سے اسلام کی دشمنی کی اس عارضی رات کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دے جو اس وقت یورپ اور دنیا کے دیگر ممالک پر طاری ہے!!"

سوال و جواب کا دلچسپ سلسلہ

اس تقریر کے بعد حضور نے فرمایا آج کی اس تقریب کا پروگرام کچھ لمبا ہو گیا ہے لیکن ایسے پروگراموں میں یہ توقع رکھی جاتی ہے کچھ لمبے ہو جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لئے میں نے منتظمین سے کہا تھا کہ خطاب کے بعد اگر کوئی دوست سوال کرنا چاہیں تو بے شک کر لیں۔ چنانچہ ایک سوال یہ آیا ہے کہ جب آپ باہر جا کر تبلیغ کرتے ہیں تو آپ کی تبلیغ میں اور دوسرے مسلمانوں کی تبلیغ میں فرق کیا ہے؟ حضور نے اس سوال کا درج ذیل تفصیلی جواب دیا۔ آپ نے فرمایا:۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس ضمن میں میں یہ بات کھول دینی چاہتا ہوں کہ واپسی پر ہم پر جو اعتراضات ہوئے ان میں یہ تاثر دیا گیا کہ ہم مسلمان ہونے کا اعلان کر کے دنیا کو دھوکہ دیتے ہیں۔ دنیا غلطی سے یہ سمجھنے لگ جاتی ہے کہ ہم پاکستان کی نمائندگی میں آکر لوگوں کو تبلیغ کر رہے ہیں۔ گویا یہ پاکستان کی عظمت ہے جو اثر ڈالتی ہے اور ہمیں لوگ پذیرائی کے طور پر ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔

یہ محض ایک ایسی غلط فہمی ہے جس کا باہر کی دنیا میں کوئی تصوّر بھی نہیں پایا جاتا اوّل تو دنیا اتنی سادہ اور بھولی نہیں ہے اور نہ ہی آج کل کے یورپین پریس کے نمائندے ایسے احمق اور بے وقوف یا نکمے ہیں کہ ان کو پتہ ہی نہ ہو کہ وہ کس سے کیا پوچھنے جا رہے ہیں۔ یہ تو نہیں کہ سوتے سوتے اٹھے اور آنکھیں ملتے ہوئے پریس کانفرنس میں پہنچ گئے۔ یہ تو پہلے سے پوری تیاری کرتے ہیں۔ ان کو وقت دیا جاتا ہے۔ بتایا جاتا ہے۔ ایک ہینڈ آؤٹ جاری کیا جاتا ہے۔ اس میں بتانا پڑتا ہے کہ ہم کون ہیں کیا کر رہے ہیں۔ کس کی نمائندگی کر رہے ہیں اور پھر وہ پوری تیاری کر کے سوالات کی بوچھاڑ کرتے ہیں۔ ان کو جھوٹ کی عادت نہیں ہے۔ اس لئے جب وہ دشمن کو زیر کرنا چاہیں تو چونکہ جھوٹ سے کام نہیں لیتے اس لئے اتنی ہی زیادہ ان کو محنت کرنی پڑتی ہے۔ وہ سوالات کرتے وقت بہت ہوشیاری سے کام لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آنے والے مہمانوں سے بدتمیزی کئے بغیر ان کو زیر کر لیں اور قوم کے سامنے ان کا ایک ایسا حلیہ پیش کریں جو قوم کے لئے کسی طرح باعث دلچسپی نہ بنے یا دلربا نہ ہو۔ چنانچہ اس معاملہ میں یعنی مسلم، غیر مسلم کے سلسلہ میں کوئی ایک پریس کانفرنس بھی ایسی نہیں تھی جہاں سب سے پہلے یہ سوال نہ کیا گیا ہو۔ اور اس میں بڑی حکمت ان کے مدنظر تھی۔ وہ قوم کو یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ یہ جو تمہیں مسلمان بنانے کے لئے نکلے ہیں ان کے تو اپنے گھر لٹے ہوئے ہیں۔ ان کا تو کوئی ہے ہی نہیں۔ ان کی پشت پناہی پر کون ہے آخر جو تمہیں اسلام کا پیغام دینے آگئے ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے وہ یہ سوال کرتے تھے کہ جناب آپ تشریف تو لائے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام کی تبلیغ کی خاطر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گھروں سے نکلے ہیں پہلے گھروں کی خبر دیجئے آپ کو آپ کی قوم کیا سمجھتی ہے اور آپ میں اور دوسرے مسلمانوں کے اندر اعتقادی فرق کیا ہے اس فرق میں الجھا کر ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ ہمیں یورپ کے سامنے حقیر اور بے حقیقت اور بے بس دکھا دیا جائے۔ چنانچہ ایسے سوالات کے جوابات میں نے کس طرح دیئے۔ ہم ان کو کس طرح تبلیغ کرتے تھے اس کا میں ایک نمونہ پیش کرتا ہوں۔

اسلام اور عیسائیت کی جنگ

میری یہ کوشش ہوتی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیشہ اس میں کامیابی عطا فرمائی کہ اندرونی جھگڑوں کی بحث میں پڑنے کی بجائے مجلس کو اسلام اور عیسائیت کے درمیان جنگ میں تبدیل کر دیا جائے چنانچہ اس سوال کا رخ میں اس طرح موڑا کرتا تھا کہ ان سے میں کہتا تھا بھائی! آپ نے ایک عجیب سوال کیا ہے جو آپ جیسے صاحب علم آدمی کے لئے بڑا تعجب انگیز ہے۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے مطالعہ تو کچھ کیا ہے لیکن پورا نہیں کیا۔ آپ کا سوال بہت محدود ہے۔ جب آپ یہ کہتے ہیں کہ آپ میں اور دوسرے مسلمانوں میں کیا فرق ہے تو آپ کا سوال یہ ہونا چاہیئے تھا کہ آپ میں اور دوسرے مسلمانوں اور عیسائیوں میں کیا فرق ہے۔ وہ کہتے تھے یہ کیا بات ہوئی یہ تم نے عجیب سوال کیا۔ ہم ایسا سوال کیوں کریں۔ میں نے کہا میں بتاتا ہوں کہ فرق مشترک ہے۔ فرق یہاں سے شروع ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کو تم خدا کا بیٹا مانتے ہو اور یہ بھی مانتے ہو کہ وہ زندہ آسمان پر ہیں انہیں مسلمان خدا کا بیٹا تو نہیں مانتے لیکن وہ ان کی زندگی کے عقیدہ میں تمہارے شریک ہیں۔ بائیبل نے بھی خبر دی ہے کہ وہ دوبارہ آئیں گے اور بعض احادیث میں بھی کہا گیا ہے کہ وہ آئیں گے۔

مسیح کی آمد ثانی کی حقیقت

پس تم دونوں مانتے ہو کہ وہ زندہ ہیں اور بعینہٖ اسی جسم کے ساتھ دوبارہ آئیں گے جس جسم کو لے کر وہ آسمان پر چڑھ گئے تھے۔ ہم کہتے ہیں یہ سارے حقیقی علم کو نہ سمجھنے کے قصے ہیں۔ جب قومیں اپنی مذہبی اصطلاحوں کو سمجھنا چھوڑ دیتی ہیں۔ جب ان کے فلسفہ اور حکمت سے ناواقف ہو جاتی ہیں تب وہ ظواہر پر ان باتوں کو محمول کر لیا کرتی ہیں۔ مسیح کا دوبارہ آنا تو مقدر تھا لیکن تمثیلی طور پر آنا تھا۔ جس نے آنا تھا اس کو مسیح کا نام دیا جانا تھا۔ میں نے کہا تم یہ کہو گے یہ تو تمہارا دعویٰ ہے میں نے کہا آپ تو اسلام پر ایمان نہیں رکھتے قرآن کی دلیلیں تو نہیں سن سکتے اس لئے اب میں بائیبل کے دلائل بتا دیتا ہوں پھر آپ مجھے بتائیں کہ محض دعویٰ ہے یا ثبوت بھی موجود ہے

الزام ہم کو دیتے تھے

چنانچہ اس طرح وہ سوال جو ہمارے اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان تفرقہ کو اچھالنے کے لئے وہ کیا کرتے تھے وہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان ایک تقابلی صورت میں تبدیل ہو جاتا تھا چنانچہ میں ان کو بائیبل کے حوالے دیتا تھا اور کہتا تھا کہ آپ کی بائیبل خود یہ لکھتی ہے اور اس کے سوا کوئی اور تشریح اس کی ممکن نہیں کہ بائیبل کی طرف آپ جو بات منسوب کر رہے ہیں، وہ خلاف عقل ہے کیونکہ بائیبل تو کھلم کھلا لکھ چکی ہے اور تین پہلوؤں سے پرانے مسیح کی صلیب سے نجات اور بعد ازاں طبعی موت کی خبر دیتی ہے اور یہی ہمارا بھی عقیدہ ہے اور اسی میں فرق ہے ہمارا اور دوسرے مسلمانوں کا۔ اور اسی کے نتیجہ میں بالآخر ہم ان کے ہاں غیر مسلم قرار دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ جب ان عیسائیوں سے گفتگو ہوتی تھی تو میں ان سے کہتا تھا دیکھو! پیشگوئی کے رنگ میں دیکھ لو۔ مسیح نے واقعہ صلیب سے پہلے بائیبل کے بیان کے مطابق پیشگوئی کی کہ میں تمہیں چھوڑ کر جانے والا ہوں۔ کہاں جانے والا ہوں! اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کی طرف۔ اور یہ بات آج تک بائیبل کے NEW TESTAMENT یعنی نئے عہد نامہ میں لکھی ہوئی موجود ہے۔ میں نے کہا اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ اس کے بعد وہ گئے کہاں؟ یا تو یہ مانو کہ مسیح سے پہلے اسرائیل کی ساری گم شدہ بھیڑیں آسمان پر چلی گئی تھیں اور وہ وعدہ پورا کرنے کے لئے آسمان پر چلے گئے۔ اگر تمہاری اپنی اصطلاح تمہیں یہ بتاتی ہے کہ بھیڑوں سے مراد گم شدہ قبائل ہیں تو پھر بائیبل کی رو سے مسیح نعوذ باللہ جھوٹا ٹھہرتا ہے یا وہ آسمان پر نہیں گیا۔ ظاہر ہے وہاں گیا جہاں گم شدہ قبائل رہتے تھے

جماعت احمدیہ کی فیصلہ کن تشریح

پھر میں ان سے یہ کہتا تھا کہ اب دوسری پیشگوئی سنو جب نشان مانگنے کے لئے لوگ مسیح کے پاس آتے تھے تو وہ ان لوگوں کو کہا کرتے تھے کہ دیکھو! تمہیں یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان نہیں دیا جائے گا اور وہ کیا نشان تھا سارے لوگ جانتے ہیں وہ نشان یہ تھا کہ یونس نبی تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہے لیکن مرے نہیں زندہ رہے۔ بظاہر موت کے سارے مواقع اور اسباب موجود تھے لیکن زندہ گئے اور زندہ ہی باہر آئے۔ یعنی مچھلی نے باہر اگل دیا۔ اسی طرح صلیب میں بعینہٖ یہ واقعہ دہرایا گیا تھا میں نے کہا اگر تم جماعت احمدیہ کی یہ تشریح قبول نہیں کرتے تو پھر نتیجہ بائیبل جھوٹی ٹھہرتی ہے۔ ادھر مسیح نعوذ باللہ جھوٹا بنتا ہے۔ یہاں بائیبل جھوٹی ٹھہرتی ہے۔ جو تمہارے بیان کے مطابق کہتی ہے کہ تین دن مر کر رہے۔

بائیبل کی واقعاتی شہادتیں

پھر میں بائیبل کی رو سے صلیب کے واقعات بتاتا تھا کہ وہ تو کہتے ہیں کہ ہم نے جو نیزہ مارا اس سے پہلو میں زخم ہوا تو خون ابل ابل کر نکلا۔ (crushed out) بھی انگریزی ترجمہ ہے بائیبل میں اور crushed out بھی۔ دونوں طرح بائیبل میں آتا ہے) میں نے کہا مردہ کے جسم سے اول تو خون نکلا ہی نہیں کرتا لیکن ابل ابل کے نکلنا تو بالکل عقل کے خلاف ہے۔ زندہ تھے تو خون نکلا۔ پھر بائیبل کہتی ہے کہ حواریوں نے مسیح کو مرہم لگائی جس میں بارہ اجزاء شامل تھے۔ جو زخموں کو مندمل کرنے والے۔ درد کو روکنے والے۔ انفیکشن کا مقابلہ کرنے والے۔ جلد کو ملائم کرنے والے وغیرہ اجزاء تھے۔ میں نے ان سے کہا مردہ کو اس کی کیا ضرورت تھی۔ بائیبل تو کہتی ہے کہ مرہم لگائی گئی تھی۔ تمہارے محققین کہتے ہیں کہ یہود کا یہ دستور نہیں تھا۔ دستور کے خلاف واقعہ ہوا ہے۔ زندہ تھے تو واقعہ ہوا۔

انصاف کی کسوٹی

غرضیکہ اور بہت سی باتیں تھیں جن کو بیان کر کے ہم پریس کانفرنس کو جلد از جلد ایک ایسی کانفرنس میں تبدیل کر دیتے تھے جو عیسائیت بمقابلہ اسلام بن جاتی تھی۔ یہ ایک مثال ہے جس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ ہمارا طریق تبلیغ کیا تھا۔ چنانچہ جب عیسائیت اور اسلام کا مقابلہ شروع ہو جاتا تھا تو پھر ان کو دوسری باتوں کی ہوش نہیں رہتی تھی۔ یہاں تک کہ پھر آخر امام خمینی صاحب پر جا کر ان کی تان ٹوٹتی تھی۔ یعنی جب دیکھتے تھے کہ یہ تو میدان جیت رہے ہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم نے یہ رپورٹنگ کی تو لوگوں پر ان کا اثر پڑ جائے گا (اس کے باوجود وہ یہی رپورٹنگ کرتے تھے اور یہ ان کی دیانت داری کے معیار کی علامت ہے کہ وہ مجبور تھے صحیح رپورٹنگ کرنے پر) اس لئے پریس کانفرنس کا رخ موڑنے کے لئے کہتے تھے اچھا ٹھیک ہے، نظریاتی باتیں تو ہو گئیں، عملاً تمہارا کیا حال ہے۔ خمینی صاحب اسلام کے نمائندہ ہیں۔ لیکن بقول ان کے ان کی سفاکی کا یہ عالم ہے کہ ان کے اصلاحی دور کے صرف ایک سال میں اس سے زیادہ مظالم توڑے گئے ہیں جو بادشاہ نے ساری عمر میں توڑے تھے اور اس سوال کا ایسا اثر جاتے تھے کہ ان کا خیال تھا پہلے جتنی مرضی دلیلیں یہ دے دیں جب یہ سوال آئے گا تو پھر اسلام کا سارے کا سارا مفروضہ دھرے کا دھرا رہ جائے گا۔ عیسائیوں کی اسلام سے ساری دلچسپی ختم ہو جائے گی۔ میں تحمل سے ان کی بات سنتا تھا۔ ان سے کہتا تھا کہ دیکھیں! آپ نے ایک بہت بڑا اور اہم نکتہ اٹھایا ہے لیکن اسلام مجھے یہ سکھاتا ہے کہ انصاف سے کام لوں۔ مجھے پوری طرح پتہ نہیں ہے کہ جتنی باتیں آپ نے خمینی صاحب کی طرف منسوب کی ہیں وہ صحیح بھی ہیں یا نہیں۔ آپ اپنا انتقام لے رہے ہیں کیونکہ انہوں نے آپ کو باہر نکالا ہے اور کتنے واقعات درست ہیں۔ یہ تو جب فضا بدلے گی اور تاریخ دان چھان بین کرے گا تب ان باتوں کی حقیقت کھل کر سامنے آئے گی۔

دو مصیبتوں کے درمیان سے گزرنے کی کامیاب کوشش

اس سوال سے بھی اس قوم کی بہت بڑی ہوشیاری مترشح ہوتی ہے۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ یا تو میں خمینی صاحب کو برا کہوں یا انکی تردید کر دوں۔ اگر برا کہوں تو اگلے روز سارے یورپین اخبار یہ سرخیاں لگا دیں کہ دیکھ لو پاکستان سے ایک مسلمان راہ نما آیا ہے اور وہ کھلے بندوں خمینی صاحب کے خلاف تقریر کر رہا ہے اس طرح عالم اسلام میں پھوٹ پڑ جائیگی۔ پاکستانی واپس جائیں تو ان کو جینے نہ دیں۔ ایرانی جہاں جہاں ہیں احمدیت کے دشمن بن جائیں اور اس طرح ان کے خلاف مخالفت کا ایک اور محاذ کھل جائے۔ یہ وہی فرڈیننڈ والی پالیسی تھی جو یہاں چلی جا رہی تھی اور دوسری طرف ان کی کوشش یہ تھی کہ اگر یہ خمینی صاحب کی تائید کر دیں تو سارا یورپ یہ کہہ کر ان کے خلاف ہو جائے کہ کیسے پاگل لوگ ہیں ظلم کی تائید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی اسلام ہے۔

پس اس دو مصیبتوں کے درمیان سے گزرنا ہوتا تھا۔ چنانچہ طریق تبلیغ کا سوال کیا گیا ہے تو میں بتاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کس طرح اس سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرماتا تھا۔ یہ محض اس کا فضل تھا۔ میں ان سے کہتا تھا کہ اب میں تھوڑی دیر کے لئے فرض کر لیتا ہوں کہ یہ سب کچھ درست ہے لیکن آپ مجھے یہ بتائیں کہ اگر کوئی مسلمان راہ نما آپ کے خیال میں اسلام کے نام پر ظلم کرے۔ تو کیا آپ کا حق ہے کہ اس کے عمل کی وجہ سے اسلام کو مطعون کریں جس وقت یہ حق آپ تسلیم کر لیں گے۔ میں اس وقت آپ کو آپ کی تاریخ بتانی شروع کر دوں گا اور نمونے اس تاریخ کے یہ ہیں کہ عیسائیت کے نام پر یورپ میں ایک ایک عیسائی بادشاہ کے وقت میں اتنے مظالم ہوئے ہیں کہ ایک خمینی کیا سو خمینی بھی وہ مظالم کر رہے ہوں جو آپ بیان کرتے ہیں تب بھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہ ان سے لگا نہیں کھا سکتے۔ میں نے ان سے کہا کیا آپ انگلستان کی تاریخ کو بھول گئے ہیں۔ ایک ملکہ میری (MARY) کے زمانہ میں ہی پانچ سو معصوم عورتوں کو زندہ آگ میں جلا دیا گیا اس الزام میں کہ وہ جادوگرنیاں ہیں اور انہیں دفاع کا کوئی موقع نہیں دیا گیا۔ سپین کی سینکڑوں سال کی (INQUISITION) یعنی مذہب کے نام پر تشدد کی تاریخ اتنی دردناک ہے کہ جب مادام توسو کی نمائش میں وہ آلات دکھائے گئے جو سپین کے مظالم کی تاریخ یاد دلاتے تھے تو لوگوں نے احتجاج کئے کہ یہ اتنے بھیانک ہیں کہ ان کو دیکھ کر ہی ہماری عورتیں اور بچے ڈر جاتے ہیں۔ کجا یہ کہ واقعۃً یہ ظلم ہو رہا ہو۔ چنانچہ وہ آلات وہاں سے اٹھوا دیئے گئے۔ جرمنی کے متعلق آپ خود کہتے ہیں کہ ہم نے اسے بزور شمشیر عیسائی بنایا ہے۔ ایک جرمن بھی تبلیغ کے ذریعہ عیسائی نہیں ہوا۔ اسی طرح آپ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جب ۱۴۰۰ء میں طاعون کی وباء پھیلی تھی تو لاکھوں یہودیوں کو زندہ جلا دیا گیا تھا اس الزام میں کہ تمہاری نحوست کی وجہ سے طاعون پھیلی ہے۔ میں نے کہا آپ ایک خمینی کو رو رہے ہیں۔ آپ کے سینوں میں ہزاروں خمینی چیخ رہے ہیں اور پھر بھی آپ اسلام پر حملہ آور ہوتے ہیں اور اسے بدنام کرتے ہیں۔

منصفانہ اندازِ فکر

میں نے کہا میرا مذہب مجھے یہ تعلیم نہیں دیتا۔ ان سب باتوں کے باوجود اب میں آپ کا دفاع کرتا ہوں کیونکہ اسلام مجھے انصاف کی تعلیم دیتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عیسائیت کا کوئی قصور نہیں تھا۔ جب زمانہ کے امتداد سے زمانہ کی قدریں بگڑ جاتی ہیں تو اس وقت اگر بگڑے ہوئے نظریات کو مذہب کا نام دے کر کوئی ظلم کرتا ہے تو وہ ظالم ہے، مذہب ظالم نہیں۔ پس عیسائیت ظالم نہیں تھی عیسائیت نے تو درویشی کی تعلیم دی تھی۔ محبت کی تعلیم دی تھی۔ یہ کہا تھا کہ کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال بھی آگے کر دو۔ پس ایسی صورت میں اگر کوئی عیسائیت کے نام پر ظلم کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے اس لئے اگر ایک مسلمان ایسی باتیں کرتا بھی ہے جو آپ نے اس کی طرف منسوب کی ہیں تو اس سے بڑا ظلم آپ یہ کر رہے ہیں کہ اس کی حرکات کو مذہب کی طرف منسوب کر کے اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

مغربی پریس کے بعض قابلِ تعریف پہلو

اب بتائیں کہ اس کے بعد ان کے سوال کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی تھی۔ میرے اس جواب نے ان کو کتنا مغلوب کیا کہ سارے پریس نے ایک جگہ بھی اس جواب کا ذکر نہیں کیا یہ حیرت کی بات ہے۔ دیانتدار ہونے کے باوجود تبلیغ والا پہلو تو ذکر کر دیا لیکن پتہ تھا کہ اگر ہم نے یہ ذکر بھی چھیڑ دیا تو ساری پولیٹیکل گورنمنٹیں ہمارے خلاف ہو جائیں گی اور کہیں گی کہ اس وقت تو خمینی کو اشو (ISSUE) بنانا چاہیئے تھا، اس کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنی چاہیئے تھی، تم نے یہ بیان کیوں شائع کر دیا۔ کیونکہ وہاں مذہب کے مقابل پر پالیٹکس کی زیادہ قیمت ہے۔ اس لئے انہوں نے خمینی کے بارہ میں ساری بحث کو TOTALLY BLACK OUT کر دیا اور بالکل ذکر تک نہیں کیا۔ لیکن اپنی طرف سے بنا کر کوئی جھوٹ نہیں بولا اور نہ ہی کسی ایک اخبار نے بھی یہ لکھا کہ انہوں نے خمینی کے خلاف کچھ کہا۔ یا ایسا جواب دیا جس سے ہماری تسلی نہیں ہوئی۔

پس جیسا کہ میں نے بتایا ہے ایک ایک مجلس اڑھائی اڑھائی تین تین گھنٹے بلکہ بعض جگہ پانچ پانچ گھنٹے تک جاری رہی ہے۔ مجالس ختم بھی ہو گئیں تو تب بھی لوگ آتے رہے اور بیٹھ جاتے رہے۔ وہ یورپ کی سیاست پر باتیں پوچھتے رہے کہ یورپ کا کیا بنے گا۔ ڈیماکریسی کیا چیز ہے۔ اسلام کا نظام حکومت کیا ہے۔ کمیونزم کے پھیلنے کے کیا امکانات ہیں۔ ایٹمی جنگ کس وقت آئے گی اور یہ کیا ہوگا اور وہ کیا ہوگا۔ ان مجالس کی ساری باتیں تو یہاں دہرائی نہیں جا سکتیں۔ یہ ناممکن ہے اس لئے مختصراً میں نے اسلام کی تبلیغ کا نمونہ پیش کر دیا ہے۔

اب میرا خیال ہے کہ کھانا شروع کرائیں کچھ لوگوں کو بھوک لگی ہوگی۔ ایک اور سوال ہے مسلمان کیوں دن بدن تنزل میں جا رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس کا جواب یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ ہماری تاریخ کا ایک دردناک باب ہے اور یہ اتنی صدیوں پر پھیلا ہوا ہے کہ اس کا میں ذکر چھیڑ دوں تو بہت لمبا قصہ چلے گا اور پھر تکلیف کا موجب بنے گا اس لئے میرا خیال ہے اس ذکر کو اس وقت رہنے دیا جائے۔"

ٹینڈر نوٹس

۱۔ سربمہر آئیٹم ریٹ فیصد ریٹ ٹینڈرز درج ذیل کاموں کے لئے کمپوزٹ شیڈول آف ریٹ ۱۹۷۹ء تاحال ترمیم شدہ مورخہ ۵/۸۳، ۸/۸۳، ۱۰/۸۳ اور ۱۵/۸۳ بوقت ۱۱½ بجے صبح محکمہ عمارات کے ان منظور شدہ ٹھیکیداروں سے مطلوب ہیں۔ جن کے ناموں کی تجدید ہو چکی ہے۔ ٹینڈر۔ ٹینڈر دہندگان یا ان کے مختارِ عام کی موجودگی میں اگر وہ رہنا چاہیں کھولے جائیں گے۔

۲۔ ٹینڈر فارم ٹینڈر نوٹس جاری ہونے سے کسی بھی دن دفتری اوقات کار میں مورخہ ۴/۸۳، ۷/۸۳، ۹/۸۳ اور ۱۴/۸۳ تک صرف انہی ٹھیکیداروں کو جاری ہوں گے۔ جن کے پاس ڈیپازٹ ایٹ کال کے مطابق زرِ ضمانت موجود ہوگی۔ ٹینڈر مقررہ وقت سے قبل کسی بھی دن دفتری اوقات کار میں وصول کئے جائیں گے۔

۳۔ ہر کام کے لئے علیحدہ علیحدہ سربمہر لفافہ پر کام کا نام درج ہو استعمال کرنا ہوگا۔

۴۔ کوئی بھی ٹینڈر بغیر زرِ ضمانت / ڈیپازٹ ایٹ کال کی صورت میں خفیہ یا بذریعہ ڈاک ارسال کردہ یا نامکمل یا مشروط ہرگز قبول نہیں کئے جائیں گے۔

۵۔ کام کی تفصیل زیرِ دستخطی کے دفتر میں اوقاتِ کار کے دوران کسی بھی دن دیکھی جا سکتی ہے۔

۶۔ کسی فرم یا کمپنی کی طرف سے قابل قبول مختار نامہ کے بغیر جو ٹینڈر کے ساتھ منسلک ہو قبول نہیں کئے جائیں گے۔

۷۔ زیرِ دستخطی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی ٹینڈر کو وجہ بتائے بغیر رد کر سکتا ہے۔

بے بی گروتھ کورس
BABY GROWTH COURSE

APPETIZER CARE بھوک کی کمی اور ہاضمہ کیلئے
BLOOD TONIC TABS افزائش خون کے لئے
BONE TONIC TABS ہڈیوں کی نشوونما کیلئے
قیمت ایک ماہ کورس ۱۵/- ڈاک خرچ ۵/-
کیور ٹو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو) کمپنی رجسٹرڈ
پاکستان۔ لاہور۔ کراچی۔ ہیڈ آفس گولبازار ربوہ
فون نمبر ۶۰۷/۶۰۶

حضرت حکیم نظام جانؒ کے
فرزند اور جانشین
حکیم انوار احمد جانؒ
۵، ۶، ۷، مئی
دواخانہ حکیم نظام جانؒ چوک اقصیٰ ربوہ میں مطلب فرمائیں گے تمام بھائی اور بہنیں نوٹ کر لیں۔
منیجر:۔ دواخانہ حکیم نظام جانؒ
چوک اقصیٰ ربوہ فون ۵۵۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نمبر شمار	کام کا نام	زرتخمین	زرضمانت	میعاد	تاریخ
۱۔	پی۔ آر سنٹر III جھنگ میں چار دیواری کی تعمیر۔	۲۱,۰۰۰/-	۴۵۰/-	۲۰ دن	۵/۸۳
۲۔	گورنمنٹ کالج برائے خواتین جھنگ میں کمرہ انتظار گاہ کی تعمیر۔	۲۴,۴۰۰/-	۵۰۰/-	۲ ماہ	"
۳۔	سپیشل مرمت گورنمنٹ ہائی سکول طلباء جھنگ نمبر ۱۔	۳۰,۰۰۰/-	۶۰۰/-	۲ "	"
۴۔	سپیشل مرمت گورنمنٹ ویکیشنل انسٹیٹیوٹ جھنگ۔	۲۰,۰۰۰/-	۴۰۰/-	۱ "	"
۵۔	سپیشل مرمت گورنمنٹ ہائی سکول طلباء چنیوٹ۔	۵۰,۰۰۰/-	۱,۰۰۰/-	۲ "	"
۶۔	سپیشل مرمت گورنمنٹ کالج طلباء جھنگ نمبر ۱۔	۲۲,۰۰۰/-	۴۴۰/-	۱ "	"
۷۔	جامعہ ہائی سکول جھنگ صدر میں چار دیواری کی تعمیر	۲۰,۰۰۰/-	۴۰۰/-	۲ "	"
۸۔	گورنمنٹ ہائی سکول چنیوٹ کے ہیڈ ماسٹر کے آفس میں غسل خانہ میں سینٹری فٹنگ کرنا۔	۲۰,۰۰۰/-	۴۰۰/-	۲ "	"
۹۔	مرمت گودام بی آر سنٹر دریام والا۔	۲۴,۵۰۰/-	۴۰۰/-	۱ "	"
۱۰۔	موجودہ پلیٹ فارم کو ہاؤس ٹائپ گودام میں تبدیل کرنا۔ چک نمبر ۱۷۰ تحصیل جھنگ۔	۲,۸۰,۰۰۰/-	۵,۶۰۰/-	۳ "	۸/۸۳
۱۱۔	سپیشل مرمت شیخ فضل الٰہی ٹرسٹ ہسپتال چنیوٹ۔	۱,۴۰,۰۰۰/-	۲,۸۰۰/-	۱ "	"
۱۲۔	تعمیر رہائش گاہ بمعہ اندرونی و بیرونی سروسز برائے آفیسر گریڈ ۱۶ چنیوٹ۔	۲,۵۰,۰۰۰/-	۵,۰۰۰/-	۴ "	"
۱۳۔	سپیشل مرمت ضلع کچہری جھنگ۔	۵۰,۰۰۰/-	۱,۰۰۰/-	۱ "	"
۱۴۔	سپیشل مرمت تحصیل بلڈنگ جھنگ۔	۵۰,۰۰۰/-	۱,۰۰۰/-	۱ "	"
۱۵۔	سپیشل مرمت سب تحصیل بلڈنگ گڑھ مہاراجہ۔	۲۵,۰۰۰/-	۵۰۰/-	۱ "	"
۱۶۔	سپیشل مرمت تحصیل بلڈنگ شورکوٹ۔	۵۰,۰۰۰/-	۱,۰۰۰/-	۱ "	"
۱۷۔	سپیشل مرمت تحصیل بلڈنگ چنیوٹ۔	۲۰,۰۰۰/-	۴۰۰/-	۱ "	"
۱۸۔	سپیشل مرمت ڈسٹرکٹ جیل جھنگ۔	۱,۰۰,۰۰۰/-	۲۰۰۰/-	۱ "	۱۰/۸۳
۱۹۔	سپیشل مرمت واٹر سپلائی اور بجلی ڈسٹرکٹ جیل جھنگ (پائپ لائن کی تبدیلی)	۷۵,۰۰۰/-	۱,۵۰۰/-	۱ "	"
۲۰۔	سپیشل مرمت گورنمنٹ ہائی سکول برائے طالبات شورکوٹ شہر۔	۴۰,۰۰۰/-	۸۰۰/-	۱ "	"
۲۱۔	سپیشل مرمت چار دیواری گورنمنٹ ہائی سکول اور ہوسٹل بلاک برائے طلباء احمد پور سیال	۶۰,۰۰۰/-	۱,۲۰۰/-	۱ "	"
۲۲۔	سپیشل مرمت گورنمنٹ اسلامیہ کالج طلباء چنیوٹ۔	۳۰,۰۰۰/-	۶۰۰/-	۱ "	"
۲۳۔	سپیشل مرمت گورنمنٹ کالج طلباء جھنگ نمبر ۲۔	۵۰,۰۰۰/-	۱۰۰۰/-	۱ "	"
۲۴۔	سپیشل مرمت گورنمنٹ جامعہ ہائی سکول جھنگ۔	۹۴,۰۰۰/-	۱,۹۰۰/-	۱ "	"
۲۵۔	سپیشل مرمت گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول جھنگ۔	۵۰,۰۰۰/-	۱,۰۰۰/-	۱ "	"
۲۶۔	سپیشل مرمت (ہوسٹل بلاک) گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول جھنگ۔	۵۰,۰۰۰/-	۱,۰۰۰/-	۱ "	"
۲۷۔	سپیشل مرمت گورنمنٹ ایم۔ بی طلباء ایم بی ہائی سکول جھنگ شہر۔	۵۰,۰۰۰/-	۱,۰۰۰/-	۱ "	"
۲۸۔	سپیشل مرمت گورنمنٹ ایم۔ بی ہائی سکول برائے طلباء جھنگ صدر۔	۵۰,۰۰۰/-	۱,۰۰۰/-	۱ "	"
۲۹۔	سپیشل مرمت گورنمنٹ ہائی سکول طلباء جھنگ صدر نمبر ۲۔	۳۰,۰۰۰/-	۶۰۰/-	۱ "	"
۳۰۔	سپیشل مرمت گورنمنٹ ڈگری کالج برائے طلباء شورکوٹ شہر۔	۳۰,۰۰۰/-	۶۰۰/-	۱ "	"
۳۱	سپیشل مرمت گورنمنٹ ہائی سکول طلباء کوٹ شاکر۔	۳۰,۰۰۰/-	۶۰۰/-	۱ ماہ	۱۰/۸۳
۳۲	سپیشل مرمت واٹر سپلائی ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال جھنگ۔	۱,۴۰۰/-	۸۵۰/-	۱ ماہ	"
۳۳	سپیشل مرمت ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز جھنگ۔	۶۰,۰۰۰/-	۱,۲۰۰/-	۱ "	"
۳۴	سپیشل مرمت گیراج و دیگر مکانات بلڈنگ ریسٹ ہاؤس جھنگ۔	۵۰,۰۰۰/-	۱,۰۰۰/-	۱ "	"
۳۵	تعمیر بنیادی مرکز صحت چک ۴۹۷ ج ب تحصیل شورکوٹ	۴,۹۰,۰۰۰/-	۹۸۰۰/-	۹ "	۱۵/۸۳
۳۶۔	تعمیر بنیادی مرکز صحت شیخ چوہڑ ضلع جھنگ۔	۴,۹۰,۰۰۰/-	۹۸۰۰/-	۹ "	"

ایگزیکٹو انجینئر
پراونشل بلڈنگ ڈویژن جھنگ
IPL NO 2957

درخواست ہائے دعا

● مکرم داؤد احمد صاحب ادورسیر صدر انجمن احمدیہ بعارضہ بخار شدید بیمار چلے آرہے ہیں۔ بہت کمزور ہوگئے ہیں۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلد کامل شفاء عطا کرے آمین
سلیم احمد ساغر نزد فضل عمر ہسپتال ربوہ

● مکرم ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب نواب شاہ سندھ کی اہلیہ محترمہ ڈیڑھ ماہ سے بعارضہ فالج شدید بیمار تھیں جسم کے بعض اعضاء نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ الحمدللہ اب افاقہ ہے۔ اور موصوفہ صحت یاب ہو رہی ہیں۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامل و عاجل صحت عطا کرے۔ (نذر محمد خان نواب شاہ)

● خاکسار کا بھانجا عزیزم سلیم احمد خان ایک مقدمہ میں ملوث ہونے کی وجہ سے بہت پریشان ہے۔ مقدمہ کے کافی حصہ کا فیصلہ اس کے حق میں ہو چکا ہے۔ کچھ حصہ باقی ہے احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ عزیز کی مکمل بریت کے سامان فرمائے اور اس کی ہر قسم کی پریشانیوں کو دور کرے۔ آمین۔
(عبدالحفیظ خان ۱۳/۵۲ دارالرحمت وسطی ربوہ)

● میرے داماد عزیزم قیصر اقبال کچھ عرصہ سے شدید بیمار ہیں اور گلاب دیوی ہسپتال میں داخل ہیں۔ احباب جماعت دعا فرمائیں خدا تعالیٰ عزیزم کو لمبی عمر عطا فرمائے آمین۔ (رفیق اکبر سائیکل ورکس ربوہ)

● میری بیٹی عزیزہ شاہدہ نسرین ایم اے اپنے میاں عزیز ناصر احمد محمود ٹیچر احمدیہ ہائی سیکنڈری سکول "بو" سیرالیون کے پاس جانے کیلئے ۵ مئی کو پاکستان سے روانہ ہو رہی ہے احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ سفر میں اس کا حافظ و ناصر ہو اور اسے خیریت سے منزل مقصود تک پہنچائے۔ آمین۔ (بشارت احمد دارالیمن وسطی ربوہ)

● خاکسار بعض دیوانی مقدمات کی وجہ سے پریشان ہے۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری پریشانیوں کو دور کرے آمین
(محمد ظہیر الدین احمد ۲۔ علامہ اقبال روڈ لاہور ۵)

● خاکسار گھٹنوں میں کھنچاؤ کی وجہ سے بہت پریشان ہے۔ چلنے پھرنے میں دقت ہوتی ہے احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل سے کامل شفاء عطا کرے۔ آمین
(صوفی محمد ابراہیم جالندھری سرگودھا)